International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 02, July-Dec 2023
pp:295 - 310

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

ائمہ اربعہ ومابعد کی تقنین اسلامیہ میں مساعی: شرعی مقصودات کا جائزہ

The Contributions of the Four Imams and Beyond in Islamic Jurisprudence: A Review of Legal Efforts Towards Sharia Objectives

Shoaib Siddique
PhD Scholar, Institute of Islamic studies Punjab university, Lahore
Zahoor Elahi
Lecturer, Govt. Islamia College, Kasur
Dr. Syed Ayisha Rizvi
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore, Pakistan

Abstract

This study examines the contributions of the Four Imams and subsequent scholars in Islamic jurisprudence, focusing on their efforts to uphold Sharia objectives (maqasid al-shariah). The Four Imams—Imam Abu Hanifa, Imam Malik, Imam Shafi'i, and Imam Ahmad ibn Hanbal—laid foundational principles in Islamic law, each contributing unique perspectives and methodologies that shaped legal reasoning and application. Beyond the Four Imams, later scholars continued to refine these principles, adapting them to diverse socio-cultural contexts while remaining faithful to the higher objectives of Sharia.The research reviews how these jurists interpreted and applied Sharia objectives, encompassing the preservation of religion, life, intellect, progeny, and property. It explores the evolution of legal thought and the adaptation of Islamic jurisprudence to meet contemporary challenges, maintaining relevance while upholding ethical and moral principles. Through a comprehensive analysis of primary sources and scholarly discourse, the study offers insights into the dynamic development of Islamic legal theory and its ongoing relevance in modern contexts.

Keywords: Four Imams, Islamic jurisprudence, maqasid al-shariah, Sharia objectives, legal reasoning

تعارف موضوع

عہد تابعین میں بھی اجتہاد واستنباط کا وہی منہج رہا جو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا۔ تابعین عظام نئے پیش آمدہ مسائل کو قرآن، سنت، اجماع، قیاس اور اقوال صحابہ کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرتے، بصورت دیگر مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اجتہاد

CC BY

بالرائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے۔ آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ کے درمیان دو طرح کے رجحانات ظاہر ہوئے۔ ایک رجحان یہ تھا کہ قرآن وحدیث کے نصوص پر غور کرنا، احکام کی علتوں کو تلاش کرنا اور نئے مسائل میں اجتہاد و رائے سے کام لینا۔ اس رجحان کے حامل لوگ "اہل الرائے" کے نام سے موسوم ہوئے، ان کا مرکز عراق تھا اور ان کے اجتہادات کی بنیاد قرآن و سنت، اجماع اور قیاس کے علاوہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ و اجتہادات پر تھی۔

دوسرا رجحان یہ تھا کہ نصوص کے ظاہری مفہوم پر اکتفاء کیا جاتا تھا۔ اس کی روح اور باطن میں اترنے کی کوشش نہ کی جاتی تھی۔ اس رجحان کے حامل لوگ "اہل الحدیث" کہلائے۔ ان کا مرکز حجاز تھا اور کے اجتہادات کی بنیاد قرآن و سنت کے علاوہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ کے فتاویٰ و اجتہادات پر تھی۔ تابعین عظامؒ نے جب صحابہ کرامؓ سے علم دین حاصل کیا تو اپنے اپنے اُستاد کا منہج اور طرز فکر شاگرد کی طرف بھی منتقل ہوا اور جس کے نتیجے میں رایوں کا اختلاف ہوا۔ ان دونوں مکاتبِ فکر کے سامنے جب نئے نئے مسائل کی کثرت ہوئی تو ان کے حل کے لیے انہوں نے مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر نصوص کی روشنی میں رائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ اور بعد میں یہ طریقہ استدلال کے لحاظ سے استحسان، استصلاح یا مصالح مرسلہ اور دیگر ناموں سے مشہور ہوا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے بارے میں روایت کیا جاتا ہے۔

"كان ابراہيم النخعیؒ يرى احكام الشرع معقولة المعنى مشتملة على مصالح۔"[1]

"حضرت ابراہیم نخعیؒ احکام شریعت کو معنی معقولی اور مصالح پر مشتمل گردانتے تھے۔"

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فقہاء اور قضاء کو اپنے فتاویٰ میں تغیر زمان و مکان اور تغیر احوال کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے:

"تحدث للناس اقضية بقدر ما احدثوا من الفجور۔"[2]

"لوگوں کے پیدا کردہ فجور کے مطابق فیصلے کیے جائیں۔"

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی تابعینؒ کے منہج اجتہاد کے بارے میں فرماتے ہیں:

"واخذ عنهم التابعون كذلك كل واحد ماتيسر له فحفظ ماسمع من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم ومذاهب الصحابة وعقلها، وجمع المختلف على ماتيسر له ورجح بعض الاقوال على بعض، فعند ذلك صار لكل عالم من العلماء التابعين مذهب على حياله۔"[3]

"تابعین عظامؒ نے صحابہ کرام سے ہر ایک چیز حاصل کی، پس انہوں نے صحابہ کرامؓ سے جو احادیث سنیں ان کو یاد کیا، صحابہ کرامؓ کے مذاہب اور ان کے عقل و فہم کو محفوظ کیا، مختلف احادیث کو آسان طریقے پر جمع کیا اور ان کے اقوال میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی، پس علماء تابعین میں سے ہر عالم اپنی بصیرت کے مطابق ایک مذہب پر تھا۔"

علامہ نورالدین خادمی تابعینؒ کے منہج اجتہاد کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عصر التابعين امتداد لعصر الصحابة و تواصل له، فقد عايش التابعون صحابة رسول الله صلى الله عليه وسلم وورثوا منهم مرويا تهم و اقضيتهم وفتاواهم واجتهاداتهم ومسالک استنباطهم، وفهموا تعليلاتهم المقاصدية والمصلحية۔"[4]

"تابعینؒ کا زمانہ صحابہ کرامؓ کے زمانے کا پھیلاؤ اور تسلسل ہی تھا، پس تابعین عظامؒ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ زندگی گزاری اور وہ ان کی مرویات، فیصلوں، فتاویٰ و اجتہادات اور مسالک استنباط کے وارث بنے، اور انہوں نے صحابہ کرامؓ کی مقاصدی اور مصالحی تعلیلات کو سمجھا۔"

مقاصد و مصالح کی روشنی میں تابعین عظام کے اجتہادات

1) عہد نبوی ﷺ میں صحابہ کرامؓ کے اصرار اور اشیاء کی قِلت کے باعث آپ ﷺ نے چیزوں کی قیمتیں مقرر نہیں کیں۔ جیسکہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:

"جاء رجل الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يارسول الله سعرلنا فقال بل ادعوا الله ثم جاءه رجلُ فقال يارسول الله سعرلنا فقال بل الله يرفع ويخفض و انى لارجو ان القى الله وليست لاحد عندى مظلمة۔"[5]

"ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ سے دعا مانگو، پھر ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے لیے قیمتیں مقرر کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ہی بلند کرتا ہے اور کم کرتا ہے، میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ ان کے دل میں بات ڈال دے اور میرے ہاں کسی کے لیے کوئی جبر نہیں۔"

لیکن تابعین کے زمانے میں جب اشیاء وافر ہوئیں، لوگوں میں تغیر احوال کے سبب تجار جب زائد نفع وصول کرنے لگے تو حضرت سعید بن مسیبؒ، ربیعہ بن عبد الرحمٰنؒ اور یحییٰ بن سعید انصاریؒ نے حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر فرد کی مصلحت پر عامۃ المسلمین کی مصلحت کو ترجیح دی اور تسعیر کو جائز قرار دیا۔"[6]

2) عہد نبوی ﷺ میں عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت تھی۔ لیکن تابعین کے زمانے میں جب لوگوں کے احوال میں تبدیلی آئی، فتنہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو حضرت بلال بن عبد اللہ، نے حفاظت عرض کے پیش نظر عورتوں کو مساجد میں جانے سے سختی سے منع فرمایا۔ چنانچہ

حضرت بلال بن عبد اللہؒ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتمنعوا النساء حظوظهن من المساجد اذا استأذنوكم فقال بلال: والله لنمنعهن، فقال له عبدالله: اقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقول انت لنمنعهن۔"[7]

"آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنی عورتوں کو قربت خداوندی کے حصول کے لیے مساجد سے مت روکو، جب وہ تم سے اجازت طلب کریں۔ جس پر حضرت بلالؓ نے کہا: اللہ کی قسم ہم ضرور منع کریں گے، پس حضرت عبد اللہؓ نے ان سے کہا: میں کہتا ہوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ہم انہیں روکیں گے۔"

3) عہد نبوی ﷺ اور عہد صحابہؓ میں قریبی رشتہ داروں کی گواہی باہم ایک دوسرے کے حق میں قبول کی جاتی تھی۔ تاہم بعد کے ادوار میں جب لوگوں کے نفوس میں تبدیلی واقع ہوئی، ایمان میں ضعف پیدا ہوا تو عامۃ المسلمین کی مصلحت کے پیش نظر اسے تہمت قرار دیا گیا اور قرابت داروں کے گواہی باہم ایک دوسرے کے حق میں رَد کی گئی۔ چنانچہ امام زہریؒ سے مروی ہے:

"لم يكن يتهم سلف المسلمين الصالح فى شهادة الوالد لولده، ولا الولد لوالده ولا الاخ لأخيه، ولا الزوج لامرأته ثم دخل الناس بعد ذلك فظهرت منهم امور حملت الولاة على اتهامهم، فتركت شهادة من يتهم اذا كانت من قرابةِ۔"[8]

"سلف صالح کے ہاں باپ کی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی باپ کے حق میں، بھائی کی بھائی کے حق میں اور مرد کی بیوی کے حق میں گواہی کو تہمت قرار نہیں دیا جاتا تھا، پھر بعد میں لوگوں کے اندر مختلف

امور ظاہر ہوئے، قرابت دار کی گواہی کو تہمت خیال کیا جانے لگا، تو قرابت دار کی گواہی کو قرابت کی تہمت کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔"

4) عہد نبوی ﷺ میں متوفی عنھا زوجھا کو حکم تھا کہ وہ دوران عدت سرمہ وغیرہ کا استعمال نہیں کر سکتی، تاہم عہد تابعین میں حضرت سالم بن عبد اللہؒ اور سلیمان بن یسارؒ نے آنکھ کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر اس کے استعمال کی اجازت دی۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"سالم بن عبدالله و سليمان بن يسار انهما كان يقولان فى المرأة يتوفى عنها زوجها أنها اذا خشيت على بصرها من رمدبها او شكوى أصابها أنها تكتحل وتتداوى بدواء أوبكحل واءن كان فيه طيبٌ۔"[9]

"حضرت سالم بن عبد اللہؒ اور سلیمان بن یسارؒ دونوں متوفی عنھا زوجھا کے بارے میں فرماتے تھے کہ اگر اسے آشوب چشم یا کسی دوسری تکلیف سے آنکھ کے ضائع ہونا کا خوف ہو تو وہ سرمہ اور دوائی کو آنکھوں میں لگا سکتی ہے اگرچہ اس میں خوشبو ہی کیوں نہ ہو۔"

5) عہد صحابہ میں مطلقہ کو متاع معروف نہ دینے والے کی گواہی کو رَد نہیں کیا گیا لیکن عہد تابعین میں ہشام کے زمانے میں توبہ بن نمر قاضی مصر نے مصالح شریعت کے پیش نظر ایسے شخص کی گواہی کو رَد کیا۔ چنانچہ حضرت لیثؒ سے مروی ہے:

"ان رجلا وامراة اختصما عنده فطلقها: فقال توبة متعها۔ فقال لا افعل قال: فسكت عنه لأنه لم يره لازما له فأتاه الرجل الذى طلق امراته فى شهادة فقال له توبة: لست قابلا شهادتک۔"[10]

"ایک آدمی اور اس کی بیوی توبہ بن نمر کے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے، آدمی نے اس کو طلاق دے دی، تو توبہ بن نمر نے کہا: تم اس عورت کو معروف طریقے پر مال و متاع دو۔ تو اس آدمی نے اس سے انکار کیا، تو توبہ نے خاموشی اختیار کی کیونکہ وہ اِسے لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر طلاق دینے والے آدمی کو کسی اور معاملے میں گواہی کے لیے لایا گیا تو توبہ نے کہا میں تمہاری گواہی قبول نہیں کروں گا۔"

6) اسی طرح قاضی شریحؒ نے حفاظت مال کے مقصد کے تحت کپڑے کی رنگ سازی کرنے والے کو ضامن قرار دیا۔ چنانچہ امام شافعیؒ سے مروی ہے:

"قد ذهب الى تضمين القصارشريح فضمن قصاراً احترق بيته فقال تضمنى وقد احترق بيتى فقال شريح أرأيت لواحترق بيته كنت تترک له اجرک۔[11]

"قاضی شریحؒ نے قصار کو ضامن قرار دیا، پس انہوں نے ایک قصار کو ضامن ٹھہرایا جس کا گھر جل گیا تھا، پس قصار نے کہا: آپ نے مجھے ضامن قرار دیا جبکہ میرا گھر جل گیا تو قاضی شریحؒ نے کہا اگر اس کا گھر جل جاتا تو کیا تو اپنی مزدوری اس کے لیے چھوڑ دیتا۔"

7) حضرت عروہ بن زبیرؒ نے عامۃ الناس کی مصلحت کے پیش نظر اور فساد کو ختم کرنے کے لیے محارب، قاطع الطریق اور جاسوس پر قدرت حاصل کرنے سے پہلے بھی ان کی توبہ کو رَد فرمایا اور ان پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضرت ہشام بن عروۃؒ سے مروی ہے:

"انهم سألوا عروة عمن تلصص فی الاسلام فأصاب حدوداً ثم جاء تائبا فقال لاتقبل توبته، لو قبل ذلک منهم اجترأوا علیه وکان فساداً کبیراً۔[12]

"لوگوں نے حضرت عروۃؒ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو جاسوسی کرتا ہے اور وہ حد کی سزا کو پہنچتا ہے، پھر وہ توبہ کر کے آجاتا ہے، تو حضرت عروۃؒ نے کہا ایسے شخص کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایسے لوگوں کی توبہ قبول کی جائے تو وہ اس پر جری ہو جائیں گے اور معاشرے میں فساد عظیم برپا ہو گا۔"

8) حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر احادیث نبوی ﷺ کو باقاعدہ طور پر سرکاری سطح پر مدون کرنے کا حکم دیا، چنانچہ امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

"کتب عمر بن عبدالعزیز الی أبی بکر بن حزم انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم فاکتبه فانی خفت دروس العلم وذهاب العلماء۔"[13]

"حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ابو بکر بن حزم کو لکھ کر بھیجا کہ آپ جو بھی حدیث نبوی ﷺ دیکھیں اس کو لکھ لیں۔ مجھے علم کے اُٹھ جانے اور علماء کے چلے جانے کا خوف ہے۔"

9) اسی طرح آپؒ نے عامۃ المسلمین کی مصلحت کے پیش نظر شہد میں زکوٰۃ و عشر کو مطلقا معاف کیا۔ چنانچہ امام بخاریؒ بیان فرماتے ہیں:

"ولم یر عمر بن عبدالعزیز فی العسل شیئاً" [14]

"اور عمر بن عبد العزیزؒ شہد میں کسی چیز کو واجب خیال نہیں کرتے تھے۔"

مقاصد شریعت ائمہ اربعہ کے عہد میں

ائمہ اربعہ کا منہج اجتہاد بھی وہی تھا جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ نے اختیار کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کسی بھی مسئلہ کے استنباط میں سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، پھر سنت رسول ﷺ اور اقوال صحابہؓ میں اسے تلاش کرتے۔ اور اگر مسئلہ کا حل نہ ملتا تو مقاصد شریعت کے پیش نظر اجتہاد بالرآی کے ذیلی مآخذ قیاس، استحسان بالمصلحہ اور تعامل الناس وغیرہ کو وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہوئے مسائل کا حل نکالتا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں:

"اذا لم یکن فی کتاب الله ولا فی سنة رسول الله نظرت فی اقاویل اصحابه ولااخرج عن قولهم الی غیرهم فاذا انتهی الامر الیٰ ابراهیم والشعبی و ابن سیرین والحسن وعطاء وسعید بن جبیر فقوم اجتهد کما اجتهدوا۔"[15]

"اگر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ دونوں میں مسئلہ نہ ملے تو میں اقوال صحابہ میں غور و فکر کرتا ہوں اور ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلتا، پس جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء اور سعید بن جبیر تک پہنچتا ہے تو وہ اجتہاد کرنے والے لوگ تھے، تو میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔"

حضرت سہل بن مزاحمؒ امام ابو حنیفہؒ کا منہج اجتہاد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کلام ابی حنیفة أخذ بالثقة وفرارمن القبح والنظرفی معاملات الناس وما استقاموا علیه وصلح علیه امورهم یمضی الامور علی القیاس فاذا قبح القیاس یمضیه علی الاستحسان مادام یمضی له فاذا لم یمض له رجع الی مایتعامل المسلمون به وکان یوصل الحدیث المعروف الذی قد أجمع علیه ثم یقیس علیه مادام القیاس سائغاً ثم یرجع الی الاستحسان ایهما کان اوثق رجع الیه۔"[16]

"امام ابو حنیفہؒ کے کلام کا ضابطہ یہ تھا کہ ثقہ و مستند بات کو لیتے، ضعیف بات سے دور رہتے، لوگوں کے معاملات میں غور و فکر کرتے، لوگوں کے معاملات کو مد نظر رکھتے، جن بنیادوں پر لوگوں کے کاموں کی اصلاح موقوف ہوتی ان کو ملحوظ رکھتے۔ معاملات کو قیاس پر پرکھتے، اگر قیاس لوگوں کے معاملات کو درست قرار نہ دیتا تو استحسان پر ان کو جانتے، اگر استحسان معاملات کو نمٹاتا تو ٹھیک، ورنہ تعامل الناس کی طرف رجوع کرتے، متفق علیہ و معروف حدیث کو بنیاد بناتے تھے۔ پھر جب تک اس پر قیاس

درست ہوتا قیاس کرتے رہتے اور اگر قیاس درست نہ ہوتا تو استحسان کی طرف جاتے۔ قیاس و استحسان میں سے جو بھی زیادہ اوثق ہوتا اس کی طرف رجوع کرتے۔"

امام مالکؒ کا طریقہ اجتہاد اور منہج استنباط یہ تھا کہ اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع فرماتے اور اگر اس مسئلہ کی کتاب اللہ میں کوئی صراحت نہیں ملتی تو پھر آپ سنت رسول ﷺ کی متوجہ ہوتے اور اگر اس میں بھی کوئی حکم شرعی نہیں ملتا تو پھر اقوال صحابہؓ، تعامل مدینہ و اجماع کی طرف رجوع کرتے۔ اور آخر میں اجتہاد بالرائے کے تحت قیاس، استصحاب، استحسان، سد ذرائع اور مصالح مرسلہ وغیرہ کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے اور مقاصد شریعت کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کرتے۔ ڈاکٹر محمد علی سایس لکھتے ہیں:

"بنی الامام مالکؒ مذهبه على أدلة عشرين: نص الكتاب، وظاهره وهو العموم، ودليله وهو مفهوم المخالفة ومفهومه وهو مفهوم موافقة، وتنبيهه وهو التنبيه على العلة ومن السنة أيضاًمثل هذه الخمسة فهذه عشرة، والحادى عشر الاجماع، والثانى عشر القياس، والثالث عشر عمل أهل المدينة والرابع عشر قول الصحابى والخامس عشر الاستحسان والسادس عشر الحكم بسد الذرائع والسابع عشر مراعاة الخلاف فقد كان يراعيه أحياناً والثامن عشر الاستصحاب والتاسع عشر المصالح المرسلة، وتمام العشرين شرع من قبلنا۔"[17]

"امام مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد بیس اصولوں پر قائم کی ہے۔ نص الکتاب، ظاہر الکتاب یعنی عموم کتاب، دلیل الکتاب یعنی مفہوم مخالف، مفہوم الکتاب یعنی مفہوم موافق، تنبیہ الکتاب یعنی کتاب اللہ کا علت پر تنبیہ کرنا ہے۔ اور پانچ اصول انہی کے مماثل سنت رسول اللہ ﷺ سے لیں تو دس ہوجائیں گے، گیارھواں اجماع، بارہواں قیاس، تیرھواں تعامل مدینہ، چودہواں قول صحابی، پندرھواں استحسان، سولھواں سد الذرائع، سترھواں مراعات الخلاف، امام مالکؒ کبھی اختلاف کی رعایت کرتے ہیں۔ اٹھارواں استصحاب حال، انیسواں مصالح مرسلہ، اور بیسواں شرائع من قبلنا۔"

امام شافعیؒ کا منہج اجتہاد یہ تھا کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آتا تو آپؒ سب سے پہلے کتاب و سنت کی طرف مراجعت فرماتے اور اگر اس مسئلہ کی کتاب و سنت میں کوئی صراحت نہ ملتی تو پھر آپ اجماع کی طرف متوجہ ہوتے اور اگر اس میں بھی کوئی حکم شرعی نہیں ملتا تو پھر اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتے۔ اور آخر میں قیاس کے تحت قیاس القواعد کے ضمن میں مصالح مرسلہ کا وسیع پیمانے پر استعمال کرتے ہوئے مسائل کا حل تلاش کرتے۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ کے برعکس امام شافعیؒ نے

اپنے اُصول اجتہاد خود مرتب و مدون کیے۔ چنانچہ اپنی کتاب "الرسالۃ" میں ان فقہی اصولوں کو حلال و حرام کا معیار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ليس لاحدا ابدا ان يقول فی شيئ حل ولاحرام الا من جهة العلم وجهة العلم الخبر فی الكتاب أو السنة او الأجماع أو القياس۔"[18]

"کسی شخص کے لیے کبھی بھی یہ جائز نہیں کہ کسی شے کے بارے میں کہے کہ یہ حلال ہے یا حرام، سوائے علم کی بنیاد پر۔ اور علم کی بنیاد کتاب اللہ یا سنت کی خبر یا اجماع یا قیاس ہیں۔"

جبکہ "کتاب الام" میں ان فقہی اصولوں کی تفصیل اس انداز سے بیان کرتے ہیں:

"والعلم طبقات شئی الاولٰی الكتاب والسنة اذا ثبتت السنة ثم الثانية الاجماع فيما ليس فيه كتاب ولا سنة والثالثة ان يقول بعض اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم ولا نعلم له مخالفاً منهم والرابعة اختلاف اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم فی ذلک، الخامسة القياس علی بعضِ الطبقات۔"[19]

"علم کے مختلف طبقات ہیں۔ پہلا طبقہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ ہے۔ دوسرا کتاب و سنت کی عدم موجودگی کی صورت میں اجماع ہے۔ تیسرا صحابیؓ کا قول جس کا کوئی مخالف قول موجود نہ ہو۔ چوتھا صحابہؓ کے اختلافی اقوال، پانچواں ان میں سے کسی طبقہ پر قیاس کرنا۔"

امام احمد بن حنبلؒ کا منہج اجتہاد یہ تھا کہ آپؒ کسی بھی مسئلہ کا حل کتاب و سنت میں تلاش کرتے، نہ ملنے کی صورت میں فتاویٰ صحابہ کی طرف رجوع کرتے، پھر صحابہ کرامؓ کے اقوال میں سے جو قول کتاب و سنت کے قریب تر ہوتا اس کو لیتے، حدیث مرسل سے اخذ و استفادہ کرتے، اور آخر میں ضرورت کے تحت قیاس کی طرف رجوع کرتے۔[20] آپؒ نے استصحاب، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع کو بھی فقہی اصول کے طور پر استعمال کیا۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی امام احمد بن حنبلؒ کا منہج استنباط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فهو يأ خذ بالقرآن والسنة وفتوىٰ الصحابی والاجماع، والقياس والاستصحاب والمصالح المرسلة والذرائع۔[21]

"پس آپؒ قرآن، سنت، فتاویٰ صحابہ، اجماع، قیاس، استصحاب، مصالح مرسلہ اور سد الذرائع سے اخذ و استفادہ کرتے۔"

ذیل میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں کہ کس طرح ائمہ اربعہ نے اپنے اجتہادات میں مقاصد و مصالح شریعت کو ملحوظ خاطر رکھا۔

مقاصد و مصالح کی روشنی میں آئمہ اربعہ کے اجتہاد

1) امام ابو حنیفہؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر مجنون مفتی پر فتویٰ دینے، حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر جاہل طبیب کے لوگوں کا علاج کرنے اور حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر مکاری مفلس کو لوگوں سے معاہدہ کرنے سے روکنے کا فتوی دیا تاکہ لوگوں کو نقصان اور تکلیف سے بچایا جاسکے۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

"جوازالحجرعلى البالغ العاقل الحرعند ابى حنيفة فى ثلاث: المفتى الماجن، والطبيب الجاهل والمكارى المفلس دفعا للضررالعام۔"[22]

"تین آزاد عاقل بالغ آدمی ایسے ہیں جن پر پابندی کو امام ابو حنیفہؒ نے جائز قرار دیا ہے، جاہل طبیب، مجنون مفتی اور مکاری مفلس پر تاکہ لوگوں کو ان کے ضرر سے بچایا جاسکے۔"

2) اسی طرح آپؒ نے مصالح العباد کے پیش نظر بنو ہاشم کے لیے صدقہ کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

"وروى أبو عصمة عن الامام أنه يجوز الدفع الى بنى هاشم فى زمانه لأن عوضها وهو خمس الخمس لم يصل اليهم لإهمال الناس امرالغنائم و ايصالها الىٰ مستحقيها۔[23]

"ابو عصمہ امام صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانے میں بنو ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز قرار دیتے تھے۔ کیونکہ ان کا حصہ خمس الخمس تھا، جو لوگوں کی غنائم میں لاپرواہی اور مستحقین تک نہ پہنچنے کی وجہ سے بنو ہاشم کو نہ ملتا تھا۔"

3) امام ابو حنیفہؒ نے فقراء کی منفعت و آسانی کے پیش نظر صدقہ فطر نقد کی صورت میں قیمتا ادا کرنا جائز قرار دیا۔[24]

4) اسی طرح آپؒ نے استحسان بالضروۃ کے تحت کنویں یا حوض میں نجاست کے گرنے کی صورت میں محض پانی کی مخصوص مقدار نکالنے پر ہی اس کی پاکیزگی کا حکم دیا۔ حالانکہ قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ کنوئیں یا حوض کی دیواریں اس وقت تک پاک نہ ہوں جب تک انہیں دھونہ لیا جائے، لیکن کنوئیں کی دیواروں کا دھونا لوگوں کے لیے ممکن نہیں، کیونکہ جب بھی وہ پانی ڈالیں گے ناپاک ہو جائے گا اور یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔ لہٰذا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر کنوئیں یا حوض سے ناپاک پانی نکال دینا ہی کافی قرار دیا گیا۔ اسی طرح آپؒ نے استحسان بالضرورۃ کے تحت عقد اجارہ کو جائز قرار دیا۔[25]

5) امام ابو حنیفہؒ نے جنگی مصلحت کے تحت فتویٰ دیا کہ اگر مسلمان کسی وجہ سے مال غنیمت کو اپنے ساتھ نہ بچا سکیں تو وہ سامان اور بھیڑ بکریوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت جلا دیں اسی طرح انکا مال و اسباب بھی جلا دیں تا کہ دشمن ان سے نفع نہ اٹھا سکے۔[26]

6) امام مالکؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر رمضان سے متصل شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دیا کہ کہیں لوگ اس کو فرض گردانتے ہوئے رمضان میں ہی شامل نہ کر دیں۔ چنانچہ مؤطا میں ہے

"وقال يحيى سمعت مالكا يقول، في صيام ستته أيامِ بعد الفطر من رمضان: أنه لم يرا احدا من أهل العلم والفقه يصومها ولم يبلغني ذلک عن احدِ من السلف وان اهل العلم يكرهون ذلک ويخافون بدعة وأن يلحق برمضان ماليس منه۔"[27]

"یحییٰ کہتے ہیں میں نے امام مالکؒ کو رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کے بارے میں کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اہل علم وفقہ میں سے کسی کو بھی یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی مجھے سلف میں سے کسی کی طرف سے یہ پہنچا ہے۔ اور اہل علم یہ روزے رکھنا مکروہ سمجھتے تھے، اور اس بدعت سے ڈرتے تھے کہ رمضان کے ساتھ وہ چیز ملحق کی جائے جو رمضان میں شامل نہیں۔"

7) امام مالکؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر قتل و جراحت میں نابالغ بچوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ بلوغ کی شرط جو گواہ میں عدالت کی من جملہ شرائط میں سے ہے پوری نہ ہوتی ہو۔ چنانچہ "التھذیب" میں ہے:

"قال مالک: وتجوز شهادة الصبيان بعضهم على بعض في القتل والجراح۔"[28]

"امام مالکؒ نے فرمایا: نابالغ بچوں کی گواہی قتل و جراحت کے معاملات میں ایک دوسرے کے حق میں جائز ہے۔"

8) امام مالکؒ نے مصالح العباد کے پیش نظر مفقود الخبر کی بیوی کے لیے چار سال چار ماہ دس دن کی عدت کے بعد نکاح کو جائز قرار دیا۔[29]

9) اسی طرح ایسی حیض والی عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے اور اس عورت کا طہر کسی وجہ سے لمبا ہو جائے تو آپؒ نے حفاظت نسل کے مقصد کے پیش نظر ایسی عورت کی عدت کو ایک سال ایک ماہ دس دن شمار کیا ہے تا کہ عورت کا رحم برأت حاصل کرے۔[30]

10) امام مالکؒ نے حفاظت مال کے پیش نظر ملزم کو قید کرنے اور امتحان میں ڈالنے کو جائز قرار دیا ہے۔[31]

11) اسی طرح آپؒ نے حفاظت مال کے پیش نظر ملاوٹ شدہ اشیاء مثلاً ملاوٹ شدہ زعفران کو جبری طور پر صدقہ کرنے[32] اور اجیر مشترک یعنی حمام میں کپڑوں کی حفاظت کرنے والے، کشتی والے اور کھانا ڈھونڈنے والے کو نقصان کی صورت میں ضامن قرار دیا ہے۔[33]

12) امام مالکؒ نے مسلمانوں کے عمومی مصالح کے پیش نظر ہنگامی حالات میں لوگوں سے مال لینے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً حالت جنگ میں مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے حاکم وقت کو اجازت دی کہ وہ خزانہ خالی ہونے کی صورت میں لوگوں سے اموال لے سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:

"قال مالک رحمه الله: يجب على الناس فداء أسراهم وإن استغرق ذلك اموالهم۔"[34]

"امام مالکؒ نے فرمایا: لوگوں پر ان کے قیدیوں کا فدیہ واجب ہے اگرچہ اس میں ان کے تمام اموال لگ جائیں۔"

13) امام شافعیؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر ہر مسلمان فرد کے لیے حسب استطاعت عربی سیکھنا فرض قرار دیا، کیونکہ قرآن وسنت اور ارکان اسلام عربی زبان میں ہیں لہٰذا ہر فرد کے لیے حسب استطاعت عربی سیکھنا لازم ہے تاکہ وہ اپنی عبادات کی محافظت کا فریضہ اچھی طرح سرانجام دے سکے۔[35]

14) امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ اگر مسلمان کسی علاقے میں کفار کے درمیان پھنس جائیں تو کفار سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ان کو مال دینا جائز ہے۔[36] اسی طرح اگر مسلمان اہل کتاب کا محاصرہ کرتے ہیں اور کفار اسلام کے سیاسی نظام کو مانے بغیر جزیہ دینے کے لیے راضی ہو جاتے ہیں تو امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر جزیہ کو جائز قرار دیا ہے اور قتال کو منع فرمایا ہے۔[37]

15) اگر دو یا کئی گواہوں کی وجہ سے کسی شخص پر قصاص جاری ہوا۔ بعد میں ان گواہوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے عمداً جھوٹی گواہی دی تو امام شافعیؒ نے حفاظت نفس کے مقصد کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ قتل ہونے والے شخص کے اولیاء کو بدلے میں ان گواہوں سے قصاص یا دیت لینے کا اختیار دیا جائے گا۔[38]

16) امام شافعیؒ نے ہر مباح ماکول ومشروب کو مالک کی اجازت کے بغیر حفاظت مال کے مقصد کے پیش نظر حرام قرار دیا۔[39]

17) امام شافعیؒ نے دفع ضرر اور جلب منفعت کے تحت حکم دیا کہ جنازے کے معاملات میں جلدی کی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"ولا احب لاحد من اهل الجنازة الابطاء فی شیئٍ من حالاتها من غسل او وقوف عندالقبرفان هذا مشقة علی من یتبع الجنازۃ۔"[40]

"میں اہل جنازہ میں سے کسی کے لیے پسند نہیں کرتا کہ غسل یاوقوف عندالقبر کے معاملات میں تاخیر کی جائے۔ پس بے شک اس میں جنازہ کی اتباع کرنے والوں کے لیے مشقت ہے۔"

18) اسی طرح آپؒ نے حاجت و تخفیف کی وجہ سے روزہ دار کے لیے جائز قرار دیا کہ شدید بھوک کی صورت میں وہ جماعت کی نماز ترک کر سکتا ہے بشر طیکہ کھاناسامنے موجود ہو۔[41]

19) آپؒ نے جنگی ضرورت کے تحت دشمنوں کے درخت کاٹنے اور ان جانوروں کو مارنے کی اجازت دی جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں سے لڑے۔[42]

20) امام احمد بن حنبلؒ نے حفاظت دین کے مقصد کے پیش نظر یہ فتویٰ دیا کہ جو شخص رمضان میں روزے کی حالت میں شراب نوشی کرے تو اس پر دُگنی حد قائم کی جائے۔ اسی طرح آپؒ نے مصلحت دینی کی خاطر یہ فتویٰ بھی دیا کہ اگر کوئی شخص صحابہ کرامؓ پر طعن زنی کرے تو حاکم وقت پر لازم ہے کہ اس کو سخت سے سخت سزادے تاکہ وہ توبہ کرے۔[43]

21) امام احمد بن حنبلؒ نے فتویٰ دیا کہ حاکم وقت فسادیوں کو ایسی جگہ جلا وطن کر دے جہاں سے لوگ ان کے فتنہ و فساد سے دور رہیں اور لوگوں کا جان ومال محفوظ ہو۔[44]

22) اسی طرح آپؒ نے حفاظت دین کی مصلحت کے پیش نظر بدعتی کو موت تک قید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

"ونص علیه الامام احمد فی المبتدع الذی لم ینته عن بدعته ا ٔنه یُحبس حتی یموت۔"[45]

"اور نص وارد ہوئی ہے امام احمد بن حنبلؒ سے اس بات پر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز نہیں آتا تو اسے موت تک قید کیا جائے گا۔"

23) امام احمد بن حنبلؒ نے حفاظت مال کی مصلحت کے پیش نظر فتویٰ دیا کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزوں کو مجبور کرے کہ جن اشیأ کی رسد انہوں نے بازار سے روک رکھی تھی، قلت اور ضرورت کے زمانہ میں وہ ان اشیاء کو اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے وہ اشیاء خریدی تھیں۔[46]

24) آپؒ نے مصلحت مالی کی خاطر اجیر مشترک یعنی قصار، طباخ، خباز، حمال، جمال اور ملاح وغیرہ کو نقصان کی صورت میں ضامن قرار دیا۔[47]

25) امام احمد بن حنبلؒ نے فتویٰ دیا کہ باپ کو اپنی اولاد میں کسی کو کسی خاص مصلحت کے سبب اپنی جائیداد یا دولت میں سے کچھ حصہ ہبہ کرنے کی اجازت ہے، مثلاً وہ بیمار، محتاج، عیال دار یا طالب علم وغیرہ ہو۔[48]

خلاصہ بحث

الغرض تابعین عظام کے دور میں صحابہؓ سے دو طرح کے رجحانات نمایاں ہوئے۔ ایک رجحان یہ تھا کہ قرآن وحدیث کے نصوص پر غور کرنا، احکام کی علتوں کو تلاش کرنا اور نئے مسائل میں اجتہاد ورائے سے کام لینا۔ جبکہ دوسرے رجحان میں نصوص کے ظاہری مفہوم پر اکتفاء کیا جاتا تھا، ان کی روح اور باطن میں اُترنے کی کوشش نہ کی جاتی تھی۔ پہلے رجحان کے حامل لوگ "اہل الرائے" کے نام سے موسوم ہوئے، جبکہ دوسرے رُجحان کے حامل لوگ "اہل الحدیث" کہلائے۔ اس عہد میں ابتدائی چار مصادر کے علاوہ دیگر ثانوی مصادر شریعت کے استعمال کا آغاز ہوا۔ ان دونوں مکاتب فکر کے سامنے جب نئے نئے مسائل کی کثرت ہوئی تو ان کے حل کے لیے انہوں نے مقاصد شریعت کو سامنے رکھ کر نصوص کی روشنی میں رائے کا وسیع پیمانے پر استعمال کیا۔ اور یہ طریقہ استدلال کے لحاظ سے استحسان، استصلاح یا مصالح مرسلہ اور دیگر ناموں سے مشہور ہوا۔ امام ابو حنیفہؒ نے استحسان بالمصلحہ، امام مالکؒ نے مصالح مرسلہ، امام شافعیؒ نے قیاس مرسل یا قیاس القواعد اور امام احمد بن حنبلؒ نے مصالح مرسلہ کے تحت مقاصد و مصالح شرعیہ کو اپنی آراء واجتہادات میں ملحوظ خاطر رکھا، اگرچہ اس دور میں "مقاصد شرعیہ" کی اصطلاح وجود میں نہیں آئی تھی۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

حوالہ جات (References)

[1] الحجوی، محمد بن حسن عربی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، دار الکتب العلیۃ، الطبعۃ الالیٰ، 1995م، ج:1، ص:385۔

[2] الشاطبی، ابراہیم بن الوسی، الاعتصام، محقق، سلیم بن عید الھلالی، السعودیۃ، دار ابن عفان، الطبعۃ الاولیٰ، 1992م، ج:1، ص:232۔

[3] شاہ ولی اللہ دہلوی، احمد بن عبد الرحیم، حجۃ اللہ البالغۃ، محقق، سید سابق، بیروت، دار الجیل، الطبعۃ الاولیٰ، 2005م، ج:1، ص:247۔

[4] الخادمی، نور الدین بن مختار، الاجتھاد المقاصدی، قطر، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاءسلامیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1998م، ج:1، ص:101۔

[5] سنن ابی داوٗد، کتاب البیوع، باب فی التسعیر، (3450)

[6] ابو الولید الباجی، سلیمان بن خلف، المنتقی شرح الموطا، مصر، مطبعۃ السعادۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1332ھ، ج:5، ص:18۔

[7] صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب خروج النساء الی المساجد، (140)

[8] اعلام الموقعین، ج:1، ص:89۔

[9] المنتقی، ج:4، ص:146۔

[10] الکندی، ابو عمر محمد بن یوسف، کتاب الولاۃ و کتاب القضاۃ، محقق، محمد حسن و احمد فرید، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2003م، ج:1، ص:249۔

[11] السنن الکبری للبیہقی، ج:6، ص:202۔

[12] الطبری، محمد بن جریر بن یزید، جامع البیان فی تأویل القرآن، محقق، احمد محمد شاکر، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2000م، ج:10، ص:285۔

[13] صحیح البخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم،

[14] صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب العشر فیما یسقی من ماء السماء وبالماء الجاری،

[15] عبد البر، یوسف بن عبد اللہ بن محمد، الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الائمۃ، الفقہاء، بیروت، دار الکتب العلمیہ، (س۔ن)، ج:1، ص:143۔

[16] موفق بن احمد مکی، مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ، حیدر آباد، دکن، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، الطبعۃ الاولیٰ، 1321ھ، ج:1، ص:82۔

[17] السایس، محمد علی، تاریخ الفقہ الاسلامی، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، (س۔ن)، ص:113۔

[18] الشافعی، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس، الرسالۃ، محقق، احمد شاکر، مصر، مکتبۃ الحلبی، الطبعۃ الاولیٰ، 1940م، ج:1، ص:34۔

[19] الشافعی، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس، الأم، بیروت، دار المعرفۃ، 1990م، ج:7، ص:280۔

[20] ابن قیم، محمد بن أبی بکر، اعلام الموقعین عن رب العالمین، محقق، محمد عبد السلام ابراہیم، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1991م، ج:1، ص:26،25۔

[21] وھبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق، دار الفکر للطباعۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1985م، ج:1، ص:39۔

[22] ابن نجیم مصری، زین الدین بن ابراہیم، الاشباہ والنظائر علی مذھب ابی حنیفۃ، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1999م، ص:75۔

[23] ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، 1992م، ج:2، ص:350۔

[24] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سھل، المبسوط، بیروت، دار المعرفۃ، 1993م، ج:3، ص:107۔

[25] السرخسی، شمس الائمہ، محمد بن احمد بن ابی سھل، اصول السرخسی، بیروت، دار المعرفۃ، (س۔ن)، ج:2، ص:203۔

[26] الشافعی، ابوعبد اللہ محمد بن ادریس، الأم، بیروت، دار المعرفۃ، 1990م، ج:7، ص:375۔

[27] مالک بن انس بن مالک، الموطا، محقق، مصطفیٰ اعظمی، ابوظبی، مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نھیان، الطبعۃ الاولیٰ، 2004م، ج:3، ص:447۔

[28] القیروانی، خلف بن ابی القاسم محمد، التھذیب فی اختصار المدونۃ، محقق، ڈاکٹر محمد امین، دُبی، دار البحوث للدراسات الاسلامیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 2002م، ج:3، ص:588۔

[29] مالک بن انس بن مالک، المدونۃ، دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، 1994م، ج:2، ص:31۔

[30] القرطبی، أبو عمر یوسف بن عبد اللہ، الکافی فی فقہ أھل المدینۃ، محقق، محمد احید، السعودیۃ العربیۃ، مکتبۃ الریاض، الطبعۃ الثانیہ، ۱۹۸۰م، ج:۲، ص:۶۲۰۔

[31] المدونۃ، ج:۴، ص:۵۵۰۔

[32] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، محقق، سلیم بن عید الھلالی، السعودیۃ، دار ابن عفان، الطبعۃ الاولیٰ، 1992م، ص:622

[33] ایضاً، ص:641۔

[34] القرطبی، ابو عبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، محقق، احمد بردونی وابراہیم اطفیش، القاہرۃ، دار الکتب المصریۃ، الطبعۃ الثانیۃ، 1964م، ج:2، ص:242۔

[35] الرسالۃ، ج:1، ص:47۔

[36] الأم، ج:4، ص:199۔

[37] ایضاً، ص:297۔

[38] الأم، ج:7، ص:57۔

[39] الأم، ج:2، ص:269۔

[40] الأم، ج:1، ص:311۔

[41] الأم، ج:1، ص:182۔

[42] الأم، ج:4، ص:274۔

[43] اعلام الموقعین، ج:4، ص:287۔

[44] ایضاً۔

[45] الطرق الحکمیۃ، ص:92۔

[46] البھوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، دار الکتب العلمیۃ، (س۔ن)، ج:3، ص:188۔

[47] ابن قدامہ مقدسی، ابو محمد عبداللہ بن احمد، المغنی، مکتبۃ القاہرۃ، 1968م، ج:5، ص:388۔

[48] المغنی، ج:6، ص:53۔